عفو سے پہلے دل کا قوی ہونا ضروری ہے۔ جسے اپنے غصے پر قابو نہیں وہ غیروں سے عفو سے پیش آ ہی نہیں سکتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 / دسمبر 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۱﴾

(الاعراف: 200، 201)

پھر فرمایا:

ان آیات کے متعلق جو عفو اور درگزر اور نیک باتوں کے حکم سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تفصیل میں جانے سے پہلے یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ فجی کا سالانہ جلسہ آج شروع ہو رہا ہے اور دو یا تین دن تک جاری رہے گا۔ انہوں نے درخواست کی تھی کہ چونکہ بعض نئی جماعتیں جو فجی میں پیدا ہوئی ہیں وہ بھی اس جلسے میں شریک ہو رہی ہیں اور خدا کے فضل سے دور دور کے جزائر سے بھی لوگ آئے ہوئے ہیں اس لئے فجی کا ذکر اگر اس خطبہ میں ہو جائے تو ان کی دلداری کا موجب بنے گا اور حوصلہ افزائی کا موجب بنے گا۔ تو میں تمام دنیا کی جماعتوں کی طرف سے فجی کے احمدیوں کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہتا ہوں اور خصوصاً ان نئے مہمانوں کو جو احمدیت میں داخل ہوئے ہیں اب مہمان نہیں بلکہ گھر والے بن گئے ہیں ان کو اَهْلًا وَّ سَهْلًا وَّ مَرْحَبًا کہتا ہوں۔

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں وہی مضمون نسبتاً مختلف زاویہ سے بیان ہوا ہے جو پہلے بھی خطبات میں پیش کرتا رہا ہوں۔ خُذِ الْعَفْوَ عفو کو پکڑ بیٹھ، مضبوطی سے اس پر قائم ہو جا لیکن اس کے ساتھ ہی وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ اور اس کے ساتھ معروف طور پر جو اچھی باتیں ہیں ان کا حکم بھی دیتا رہ، ان کو نصیحت کرتا رہ۔ عفو کا جو مضمون میں پہلے بیان کر چکا ہوں وہی اس لفظ عفو میں شامل ہے یعنی درگزر ان معنوں میں کرنا کہ گویا کوئی چیز واقع ہوئی نہیں۔ دوسرے اس کو اس طرح دور کرنے کی کوشش کرنا کہ جو شخص کسی خطا کا مرتکب ہوا ہو اس کے دل سے وہ خطا مٹ جائے۔ پس عفو میں اصلاح کا جو معنی ہے یہ قرآن کریم کی آیات سے قطعی طور پر ثابت ہے اور احادیث نبویہ سے بھی اس مضمون کو تقویت ملتی ہے کہ عفو میں پہلے برائی کو صاف کر دینا دو طرح سے ہے یعنی اپنے دل پر اس کی میل نہ لانا اور اپنے دل کو ایسے شخص سے دور نہ ہٹنے دینا۔

دوسرا توجہ کی وجہ سے اور پیار اور حکمت کے ساتھ اس بدی کا نقش اس کے دل سے محو کر دینا اور ایسا محو کر دینا گویا وہ تھی ہی نہیں۔ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ میں یہ مضمون ہے جو بیان ہوا ہے کہ عفو ایسی کہ نہ اپنے دل پر میل آئی نہ دوسرے دل پر میل رہنے دی اور اس کے نتیجہ میں اصلاح لازماً طبعی طور پر ہوگی۔ اس عفو کے بعد پھر مثبت تعلیم کی ضرورت ہے اور عرف کی طرف بلانا کہ جب تم کمزوریوں سے پاک ہوئے ہو تو پھر کچھ مثبت قدم نیکیوں کی طرف بھی بڑھاؤ۔ یہ وہ پہلو ہے جس پہ ہمیں اپنی اولاد کے تعلق میں بھی ہمیشہ نظر رکھنی چاہئے اور اپنے ماحول کے تعلق میں بھی ہمیشہ نظر رکھنی چاہئے کہ جب بھی کوئی خطا ہو اس خطا سے اس طرح عفو کیا جائے جیسا کہ پہلے خطبات میں میں بیان کر چکا ہوں اور پھر اس عفو کے ساتھ ہی اس طرف توجہ ہو کہ عفو کا انداز ایسا ہو کہ آپ ہی کے دل سے میل نہ مٹے بلکہ بدی کرنے والے کے دل سے بھی میل مٹ جائے اور اصلاح کا ایک طبعی نتیجہ اس سے ظاہر ہو۔ جب یہ ہو تو پھر نیکیوں میں آگے قدم بڑھانا ضروری ہے کیونکہ اگر اسی حال پر چھوڑ دیا جائے تو ایسے لوگ پھر واپس اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ سکتے ہیں مگر جب نیکی کا مزاج پیدا ہو جائے اور اس وقت حکمت کے ساتھ اس شخص کو جس کے دل میں ایک نرمی پیدا ہوئی ہے اور نیک بننے کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے اس کو ہاتھ پکڑ کر کچھ قدم آگے نیکی میں بڑھانا یہ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ کے تابع آتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کو یہ تعلیم دی جا رہی ہے۔ ایسا عفو کرو جس کی وضاحت میں آنحضور ﷺ

کے ارشادات کی روشنی میں کر چکا ہوں اور اس کے ساتھ ہی نیکی پر آگے بڑھا دو تا کہ پہلے مقام کی طرف لوٹنے کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے لیکن یہ کام آسان نہیں ہے کیونکہ بعض صورتوں میں جب جہلاء کے ساتھ آپ یہی معاملہ کرتے ہیں تو وہ غلط ردّ عمل دکھاتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں۔ تبلیغ میں ہر قسم کی تکلیف اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ جب آپ ان کو نیکیوں کی طرف بلاتے ہیں تو اس کے ردّ عمل میں پھر وہ آپ کو ایسی تکلیف پہنچاتے ہیں جو بعض دفعہ جذباتی اور بعض دفعہ بدنی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں فرمایا اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ جب جہلاء سے یہ معاملہ کرو گے تو اس کے نتیجہ میں تکلیفیں پہنچیں گی لیکن اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ کا ایک مفہوم یہ ہے کہ جہلاء کو نظر انداز کر دو، ان سے منہ موڑ لو اور یہ احتمال ہے کہ بعض لوگ یہی معنی سمجھ بیٹھیں۔ جاہلوں سے منہ موڑنے کی ان معنوں میں قرآن کریم میں کہیں تعلیم نہیں ہے کہ ان کی اصلاح کی کوشش کئے بغیر ان سے منہ موڑ لو۔ ان کی جہالت کا علم اصلاح کی کوشش کے ساتھ ایک لازمی تعلق رکھتا ہے اور قرآن کریم میں بکثرت ایسی آیات ہیں، جن میں جہالت کا علم پہلے سے سوچ کر نہیں حاصل کیا جاتا ہے کہ یہ شخص جاہل ہے، اس کو نصیحت نہیں کرنی، اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کرنی، بلکہ ہمیشہ بلا استثناء جہالت کا علم اس صورت میں ہوتا ہے کہ انسان، خصوصاً خدا کے نبی ایک قوم کی جہالت دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر ان میں سے بعض ان سے جاہلانہ طریق پر پیش آتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ ان کی جہالت علم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پس عرب قوم کی جہالت کو آنحضرت ﷺ نے جس طرح دور فرمایا اگر اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ کا یہ مطلب لیا جاتا کہ جاہلوں سے کنارہ کشی کر جاؤ، ان کی طرف پیٹھ پھیر کر ایک طرف الگ ہو جاؤ تو عرب میں وہ عظیم انقلاب کیسے برپا ہوتا جس نے جاہلوں کی کایا پلٹ دی۔ پس یہ مفہوم غلط ہے کہ ان سے شروع ہی سے اعراض کرو ہاں جب نصیحت کر بیٹھو تو پھر اعراض کرو اور پھر ان کے ساتھ ضد نہ کرو کیونکہ وہ لوگ جو فطرتاً بدتمیز ہوں، جو نیکی کے نتیجے میں بدی پہنچا رہے ہوں ان سے پھر بار بار سر ٹکرانے کی کوئی ضرورت نہیں اور نسبتاً نیک فطرت لوگوں کی تلاش کرو۔

چنانچہ اس کے معاً بعد فرمایا وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ تم تو نیکی کی تعلیم دو گے ان کی بھلائی کی بات کر رہے ہو گے مگر شیطان کی طرف سے اگر تمہیں يَنۡزَغَنَّكَ یعنی ضرور ایسا ہوگا کہ ایسا بعض صورتوں میں ہوگا۔ چنانچہ نون ثقیلہ جب شدّ کے

ساتھ آتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ بعض صورتوں میں ایسا ضرور ہوگا کہ شیطان تمہیں تکلیف پہنچائے گا اور نَزْغٌ کہتے ہیں چھبونے کو خواہ دل کا کچوکہ لیا جائے یا جسم کا، نیزے کی انی سے چھبویا جائے یا زبان کی نوک سے دل کو زخم پہنچایا جائے دونوں صورتوں میں یہ نَزْغٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ پس جب تو ایسی باتیں کرے گا تو مقابل پر نہایت ہی بدتمیزی کی، دل کو تکلیف پہنچانے والی باتیں سننی پڑیں گی اور پھر جسمانی طور پر بھی ایذا رسانی کی کوشش کی جائے گی اس صورت میں فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ کیونکہ اللہ کی خاطر تو نے یہ جہاد شروع کیا ہے پس اللہ کی پناہ مانگ اور اللہ کی پناہ میں آ جا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حوالے سے فرماتے ہیں۔ یہ دراصل ایک قطعی وعدہ ہے آنحضور ﷺ کو کہ اس کے نتیجہ میں مَیں تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا کیوں کہ جو تکلیفیں ہیں ان کی چارہ گری بھی خدا فرمائے گا اور ان کے گزند سے محفوظ رکھنے کے انتظام بھی خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ پس اگرچہ ایک تکلیف پہنچتی تو ہے مگر اس کے مقابل پر خدا کی طرف سے اتنے پیار کا اظہار ہو جاتا ہے کہ گویا وہ تکلیف کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو بارہا نظم میں اور نثر میں پیش فرمایا ہے مثلاً:

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا (درثمین اُردو: 10)

تو تیغ تیز سے کاٹا ہے تو غم اغیار کو کاٹا ہے یعنی ایسی جو اپنوں کے لئے پیار اور بھلائی کا موجب بن جائے اپنوں کے لئے مرہم کا کام دے یہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی بار اس طرح بیان فرمایا کہ اس کی اور کوئی مجھے مثال دکھائی نہیں دیتی کہ تیغ سے مرہم کا کام لیا۔

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز

پیار کی نگاہیں تیغ تیز کیسے ہو گئیں؟

جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

تو دل میں جو کچھ بھی میل آ جاتی ہے لوگوں کے دکھوں سے، کوئی غم اغیار کا جھگڑا شروع ہو جاتا ہے دل کے اندر، اس سب کو تیرے پیار کی نگاہیں کاٹ کے پھینک دیتی ہیں۔ پس یہ وہ مضمون ہے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ کا جو آنحضرت ﷺ کے حق میں ایک قطعی وعدہ تھا اور حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے یہی تشریح فرمائی ہے جو بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا ہے۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وہ تیرے حال کو جانتا بھی ہے اور سننے والا بھی ہے۔ سننے والے کا ذکر پہلے فرمایا کہ جب تیرے دل سے کوئی ہوک اٹھے گی تو خدا ضرور اسے سنے گا تو خدا کی نگاہوں سے پردے میں نہیں ہے نہ اس کے علم سے باہر ہے اور علیم ہے تو ظاہر نہ بھی کرے تو خدا کو علم ہے کہ تیرے دل پر کیا گزرتی ہے۔

یہ وہ نصیحت کی راہ کی مشکلات ہیں جن سے ہمیں خوب اچھی طرح آگاہ ہونا چاہئے اور جن سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد پھر اس میدان میں اس احتمال کو پیش نظر رکھ کر قدم رکھنا ہے۔ یہ تکلیفیں تو راہ میں آئیں گی، یہ کانٹے تو چبھوئے جائیں گے مگر اس کے نتیجہ میں قرب الٰہی مانگو تو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔ پیغام کا حق ادا کر دیا اور اللہ کا قرب عطا ہو گیا اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت حاصل کی جا سکتی ہے یا اس سے بڑھ کر اس فعل کی اور کیا بہتر جزاء، یوں کہنا چاہئے تھا اس سے بہتر اور کس بہتر جزاء کی توقع کی جا سکتی ہے۔ چھوٹا سا کام معمولی سی چوب اور رضائے باری تعالیٰ ایسی کہ تمہیں اپنی پناہ میں لے لے، اپنی گود میں اٹھا لے اور پھر جو زخم پہنچا دل داری کر کر کے اس زخم کی تکلیف کو بے انتہا روحانی لذّتوں میں تبدیل فرما دے۔

اس مضمون پر آنحضرت ﷺ کی احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے اقتباسات میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے تو عفو کے لئے جس دل گردے کی اور حوصلے کی ضرورت ہے وہ تکلیف کو صبر سے برداشت کرنے سے پہلے ہوا کرتا ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ عفو کے بعد اور نصیحت کے بعد جو تکلیفیں پہنچیں گی انہیں برداشت کرو تو تم دل کے قوی اور مضبوط ہو۔ آنحضرت ﷺ نے عفو سے پہلے دل کا قوی ہونا ایک شرط قرار دیا ہے اور یہی حقیقت ہے اور یہی گہری انسانی فطرت کا راز ہے جسے سمجھنا ضروری ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور یہ حدیث بخاری کتاب الأدب (باب الحذر من الغضب) سے لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا طاقتور پہلوان وہ شخص نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے۔ طاقتور پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔ پس غیر کی طرف سے ضرر کا تو ابھی سوال پیدا نہیں ہوا ابھی آپ کے اندرونی ردّ عمل کی بات ہو رہی ہے اور عفو اس حالت میں ممکن ہی نہیں کہ انسان اپنے نفس پر قابو نہ پا سکے۔ جسے اپنے غصے پر عبور نہیں ہے وہ

غیروں سے عفو سے کام لے ہی نہیں سکتا۔ غصے کی حالت میں تو انسان بے اختیار ایسی ایسی باتیں کہہ جاتا ہے کہ بعد میں بعض دفعہ عمر بھر پچھتانا پڑتا ہے کہ کس قدر ظالمانہ بات کر بیٹھا۔ تو عفو کا آغاز ہی اس پہلوانی سے ہوتا ہے جو نفس کے اندر کام کرتی ہے۔ انسان اپنے جذبات پر ایسی قوت کے ساتھ قبضہ کرتا ہے کہ بڑے سے بڑا پہلوان بھی وہ عام تاب و طاقت نہیں رکھتا اس کی بدنی طاقت ہے اس کی روحانی طاقت ہے اور آنحضرت ﷺ نے عفو کے آغاز کی کہانی پیش فرمادی۔ عفو کے سفر پہ چلو گے تو یہ زادِ سفر ساتھ رکھنا۔

غصہ پر قابو کرنے کا فن سیکھو اس کی مہارت حاصل کرو پھر اس کام پر نکلو اور یہی وہ سب سے بڑی بلاء ہے جس نے دنیا میں ہر طرف فساد برپا کر رکھا ہے اور جماعت احمدیہ میں بھی سب سے زیادہ مصیبت اسی غصے پر قابو نہ پانے کی وجہ سے دکھائی دیتی ہے جو گھروں کو برباد کر دیتی ہے، جو معاشرے کو تباہ کر دیتی ہے جو جماعت کے امن کو اٹھا دیتی ہے، ایسے ایسے جرائم پر منتج ہوتی ہے جس کے نتیجے میں پھر عمر بھر ایک خاندان نہیں دوسرا خاندان بھی، ان کے تمام عزیز و اقارب بھی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں، جماعت کے لئے بھی وہ ایک انتہائی تکلیف کا موجب بن جاتے ہیں۔ معصوم لوگ جن کا حقیقت میں کوئی قصور بھی نہیں ہوتا اس جہل کے غصے کا شکار ہو جاتے ہیں اور عمر بھر ان کے پیار کرنے والے عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔

تو عفو سے پہلے اس حالت پر غور کرو جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے بڑی حکمت سے توجہ دلائی کہ پہلوان تو وہ ہے جو اپنے غصے پر اس وقت جبکہ غصہ جوش کی حالت میں ہو، اس وقت قابو پالے اور اس کی باگیں ہاتھ سے چھوڑے نہ اور طنابیں کھینچ کر رکھے مضبوطی کے ساتھ تاکہ یہ جو صبر کا ایک خیمہ سا انسان بنا رکھتا ہے اپنے لئے جس کے اندر وہ محفوظ رہتا ہے اس کی طنابیں ٹوٹیں تو صبر کا سارا خیمہ ہی اکھڑ گیا اور انسان پھر کوئی پناہ نہیں پاتا۔ تو غصے سے بچنے کے لئے کردار کی مضبوطی اور طاقت، اپنے غصے کی باگیں مضبوطی سے تھامے رکھنا، اپنے صبر کے خیمے کی حفاظت کرنا، کیونکہ صبر کے خیمے کے اندر ہی انسان رہے تو وہ بلاؤں سے بچتا ہے ورنہ نہیں بچتا۔

یہ وہ مضمون ہے جو حضور اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے کھولا اور اپنا آنحضرت ﷺ کا جو کردار تھا اس سے پتا چلتا ہے کہ غصے کی وہ حالت پیدا ہی نہیں ہوتی تھی اور یہ وہ خاص طور پر قابلِ توجہ بات ہے کہ وہ انسان جو غصے پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے رفتہ رفتہ ان حالات میں جب دوسروں کو

غصہ آتا ہے اس کو غصہ آتا ہی نہیں اور یہ شیطان اس طرح مٹتا ہے جب آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے تو یہ مراد تو نہیں کہ ہر وقت نفس امارہ سے لڑائی ہو رہی ہے ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے دل سے ایک غصے کا جذبہ اٹھتا ہے اور پھر آپؐ اس سے لڑتے ہیں اور اسے زیر کر لیتے ہیں۔ یہ تو ابتدائی سفر ہے مومنوں کو سکھانے کے لئے۔ وہ شخص جو اس میں کامیاب ہوتا ہے اس کی کامیابی کی علامت یہ ہے کہ جن عام جگہوں پر لوگوں کو غصہ آجاتا ہے اسے آتا ہی نہیں اور حلم اس سے پیدا ہوتا ہے۔

کئی دفعہ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا گھر میں معمولی سا نقصان ہو جاتا ہے اور بعض لوگ بھڑک اٹھتے ہیں شور پڑ جاتا ہے یہ کیا ہو گیا اس نے فلاں چیز توڑ دی، یہ نقصان پہنچا دیا۔ جن کو خدا تعالیٰ غصہ ضبط کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے رفتہ رفتہ ان میں حلم پیدا ہو جاتا ہے ان میں کسی قسم کا کوئی اشتعال پیدا ہی نہیں ہوتا بڑے سکون کے ساتھ، آرام سے انہی چیزوں کو دیکھ رہے ہیں جس کے نتیجہ میں دوسرے دلوں میں ہنگامے برپا ہو رہے ہوں۔ حیرت سے دیکھتے ہیں ان کو ہو کیا گیا ہے پاگلوں کو، سمجھاتے ہیں بس کرو خدا کا خوف کرو، ہو کیا گیا ہے چھوٹی سی چیز ضائع ہوئی ہے ایک برتن ٹوٹا ہے اس کے مقابل پر تم دل توڑ دو گے اور ہمیشہ کے لئے توڑ دو گے۔

تو یہ وہ مضمون ہے جو آنحضرت ﷺ کی نصائح اور سیرت سے مکمل ہوتا ہے ایک موقع پر، یہ بھی بخاری ہی کی روایت ہے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی بدو مسجد نبوی میں آکر پیشاب کر گیا یا کر رہا تھا لوگ پہنچے وہ رسول اللہ ﷺ بھی دیکھ رہے ہیں صحابہؓ بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس میں جہالت کی یہ حالت تھی اس کی کہ ان کے سامنے بیٹھا ایک طرف مسجد نبوی میں پیشاب کر رہا ہے جہاں لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں یہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ یوں کھڑے ہوئے جیسے اس پر بھر کر ٹوٹ پڑیں گے اس کے ٹکڑے اڑا دیں گے اس قدر ان کو طیش آیا اور پھر خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ فعل تو ان کے جذبات میں ایک غیر معمولی اشتعال پیدا کر گیا۔ آنحضرت ﷺ اس طرح بغیر کسی تحریک دل کے، بغیر کسی گھبراہٹ، کسی بے چینی کے، کسی ردعمل کے اس طرح کھڑے کے کھڑے رہے۔ فرمایا یہ کیا کر رہے ہو چھوڑو اس کو۔ ایک یا دو ڈول پانی کے بہا دو، تمہارا جو گند ہے وہ صاف ہو جائے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الأدب ،باب قول النبیؐ یسروا ولا تعسروا)

اب اس میں حلم بھی ہے اور یہ بھی ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ ردّ عمل جب ایک دفعہ ایک چیز کا غلط شروع ہو جائے تو پھر اس پر قابو پانا واقعی مشکل ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے زیر تعلیم ، زیر تربیت صحابہؓ جو آپ سے نئے اخلاقی رنگ سیکھ رہے تھے ان کے اندر جب غصے کی حالت پیدا ہوئی ہے تو قابو نہیں رہا اور بہت کم لوگ ہیں جن کو غصے کی حالت پر قابو کا اختیار رہتا ہے لیکن اگر آپ کوشش کریں تو پھر ان حالتوں میں غلط ردعمل پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اسی چیز کو رسول اللہ ﷺ بھی دیکھ رہے تھے بڑے آرام سے فرمایا، پانی بہا دو اور اس کے بغیر حل تھا بھی کچھ نہیں۔ اگر ایسے آدمی کو مارا جاتا، اس کو ذلیل کیا جاتا اور اسے گالیاں دی جاتیں، دھکے دے کر باہر نکال دیا جاتا وہ پیشاب کیسے صاف ہو جاتا وہ گند تو اسی طرح رہنا تھا۔ تو فرمایا حکمت سے اس چیز کے ازالے کی کوشش کرو جو بدی ظاہر ہو گئی ہے بجائے اس کے کہ سزاؤں کی طرف دوڑو اور وہ سزائیں جائز اس لئے نہیں کہ ایک آدمی کی غافلانہ حالت کے نتیجے میں ایک جرم ہوا ہے۔ یہ بھی ایک بہت اہم بات ہے کہ ہر بدی کا فعل ہر شخص سے ایک طرح صادر نہیں ہوتا۔ بعض لوگ شرارت کی رو سے، گزند پہنچانے کی خاطر یا ذلیل کرنے کی خاطر یا اور کئی طریقے سے غیرت اکسانے کی خاطر بعض کام کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس شخص پر نظر کی آپؐ جانتے تھے کہ سادہ آدمی ہے، بے وقوف ہے بے چارہ، اس کو پتا ہی کچھ نہیں صفائی ہوتی کیا ہے، اس کو یہ بھی نہیں پتا کہ احترام کے کیا تقاضے ہیں ایسے شخص کو مارنا بالکل لغو اور بے ہودہ بات ہے۔

ایک اور موقع پر مسجد میں ایک شخص نے نماز کی حالت میں کسی غلطی کی طرف توجہ دلانے کے لئے اپنی رانوں پر زور زور سے ہاتھ مارنے شروع کئے اور ایسی حالت میں شور ڈال دیا رانوں پہ ہاتھ مار مار کے وہ تماشہ سا ہو گیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں جب نماز ختم ہوئی ہمارا یہ حال تھا کہ ہماری آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے اس کو دیکھتے ہوئے۔ وہ کانپ رہا تھا مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف جب نگاہ پڑی ہے ساری فکریں دور ہو گئیں، سب غم دھل گئے، کتنے پیار سے دیکھ رہے تھے اس کو، اس محبت اور اس شفقت کے ساتھ فرمایا بھئی اس طرح نہ کیا کرو جب کوئی غلطی دیکھو **سبحان اللہ** پڑھا کرو۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ (ماخوذ از صحیح مسلم ، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ ،باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ۔۔۔)

تو وہ شخص جس کی آزمائش مختلف قسم کی تکلیفوں کے ذریعے ہوتی رہتی ہے اور اس کا ردّ عمل خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے جس کا ردّ عمل خدا کے تابع اپنے رنگ نکالتا ہے کبھی غصہ بھی آتا

ہے اس کو مگر بے محل نہیں ہوتا اور اکثر شفقتیں اس کی تکلیفوں پر پردے ڈال دیتی ہیں اور اتنا کہ گویا اسے تکلیف ہوتی ہی نہیں تو اللہ کی پناہ میں آنے کا ایک یہ بھی مطلب ہے۔

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ کا یہ بھی مضمون ہے جسے آپ سمجھیں کہ جب آپ خدا کی پناہ مانگتے ہیں خدا سے تو خدا وہ پناہ دیتا ہے اور جب پناہ دیتا ہے تو بہت سی تکلیف کے مواقع سے آپ بچ نکلتے ہیں۔ لوگوں میں ہیجان پیدا ہو رہا ہے، لوگوں کے جذبات میں ایک قیامت برپا ہوگئی ہے آپ بڑے سکون کے ساتھ انہی چیزوں کو دیکھتے ہیں اور ایسے پیار اور محبت سے برائی کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو گہرا اثر دکھاتی ہے۔ پھر یہ بات ''ڈول بہا دو'' فرما کر آپؐ نے فرمایا تمہیں آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے تنگی پیدا کرنے کے لئے نہیں۔ اے امت مسلمہ! تم بنی نوع انسان کی آسانی کے لئے پیدا کئے گئے ہو ان کے لئے سہولتیں پیدا کرو ان کے لئے تنگیاں پیدا نہ کرو۔

پس نیکی کے تعلق میں جو سچا ردعمل ہے وہ برائی کا ایسا ازالہ نہیں جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ سزاؤں پر زور نہیں ہے بلکہ پیار اور محبت اور شفقت سے اصلاح پر زور ہے اور یہ طریق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نہیں سمجھا سکتا تھا، نہ کبھی کسی نے سمجھایا۔ تمام انبیاءؑ کی کہانی آپ پڑھ لیں یہ شان، یہ شوکت، یہ پیار، یہ حسن کہ مکارم الاخلاق پر قدم ہو جہاں باقیوں کے اخلاق اپنی انتہاؤں کو پہنچ کر ٹھہر گئے اس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قدم پڑے ہوئے تھے اس سے اونچے تھے یہ چیزیں سیکھیں گے تو پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے گھروں کی اصلاح کی بھی توفیق ملے گی اور بنی نوع انسان کی اصلاح کی بھی توفیق ملے گی اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ آگ کس شخص پر حرام کردی گئی ہے۔ کیسا عجیب انداز ہے سوال کا کیونکہ انسان کے اعمال کی درستی میں جہنم کا خوف بھی بہت اہم کردار ادا کرتا ہے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ اپنے نفس کا ہمیشہ جائزہ لیں اور گردوپیش کا جائزہ لیں تو جنت کی تمنا آپ کے اخلاق کی درستی بھی نسبتاً بہت ہی کم اثر رکھتی ہے لیکن جہنم کا خوف بہت زیادہ اثر رکھتا ہے انذار ہے جسے ایک غلبہ حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے اسی حوالے سے بات فرمائی کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس کے نتیجہ میں آگ حرام ہو جاتی ہے صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ آپؐ نے فرمایا وہ حرام ہے ہر اس شخص پر جو لوگوں کے قریب ہے۔

اب یہ انداز بیان دیکھیں کتنا لطیف ہے اور ایسا کہ ٹھہر کر غور کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔قریب کس کو کہتے ہیں ہر اس شخص پر جو لوگوں کے قریب ہے ان کے لئے آسانی پیدا کرتا ہے نرم سلوک کرتا ہے جو الفاظ ہیں آنحضرت ﷺ کے وہ یہ ہیں

"تحرم علی کل قریب هين لين سهل"

(ماخوذ از مسند احمد بن حنبل ،مسند المكثرين من الصحابة ،مسند عبد الله بن مسعودؓ ،حدیث نمبر:3928)

آگ حرام ہے ہر اس شخص پر جو قریب ہے۔اب قریب کس کو کہتے ہیں ہم ایک دوسرے کے قریب ہیں، ہر آدمی کسی اور کے قریب ہے،کوئی کسی کے قریب ہے تو قریب کا کیا مطلب ہے؟ اس قریب کا وہ مطلب ہے جو قرآن نے بیان فرمایا ہے۔وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کہ اے محمد ﷺ جب تجھ سے میرے بندے سوال کریں۔فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ تو میں تو ہر وقت قریب رہتا ہوں ضرورتیں پوری کرنے کے لئے قریب ہوں ان کی تکلیفیں دور کرنے کے لئے قریب ہوں۔ان کی حاجت روائی کے لئے قریب ہوں اور ان کی اصلاح کے لئے قریب ہوں، یہ قرب ہے جن معنوں میں قریب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

تو اگر اللہ قریب ہے اور آپ بھی اللہ کی طرح قربت کے رنگ اختیار کر لیں تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ ایسے شخص کو آگ میں ڈال دے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا جو بارہا میں ذکر کر چکا ہوں مگر اس ذکر سے میں تھک نہیں سکتا۔

؎ آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار (درثمین اُردو:154)

تو جن کے دل میں خدا کا پیار ہو ان پر آگ حرام کر دی جاتی ہے اور جو قریب ایسے ہوں جیسے خدا قریب ہوتا ہے خدا سے قربت کے رنگ ڈھنگ سیکھ کر قریب ہوتے ہیں۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ان کو آگ چھوئے گی بھی نہیں پس ان معنوں میں آپ بنی نوع انسان کے قریب ہو جائیں۔

بعض لوگ بڑے مراتب تک پہنچتے ہیں تو بنی نوع انسان سے دور ہو جاتے ہیں بعض لوگ امیر ہو جاتے ہیں دولت مند ہو جاتے ہیں تو بنی نوع انسان سے دور ہو جاتے ہیں غرضیکہ اکثر انسان اپنی بڑائی کی علامت یہ سمجھتے ہیں کہ بنی نوع انسان سے دور ہو جائیں لیکن سب سے بڑا تو خدا ہے اللہ تعالیٰ

سے بڑھ کر اور کون عالی اور کبیر ہے وہی سب سے اعلیٰ، وہی اکبر لیکن سب سے قریب خدا ہے اسی لئے خدا تعالیٰ کی صفات میں بظاہر دو متضاد صفات بیان کی جاتی ہیں وہ سب سے بعید بھی ہے اور سب سے قریب بھی ہے اور آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کسی انسان کا تصور بھی کوئی انسان نہیں کر سکتا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی بڑائی کا تصور اکثر انسانوں کے بس کی بات نہیں جیسے دور افق میں دیکھتے دیکھتے آپ کی نظر گویا فضاؤں میں تحلیل ہو جاتی ہے ڈوب جاتی ہے اور آگے پھر کچھ دکھائی نہیں دیتا اسی طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمتیں اور رفعتیں ہیں کہ ان کو دیکھتے دیکھتے انسان کی نظر غائب ہو جائے گی مگر جن کو خدا توفیق نہ عطا فرمائے ان کو رسول اللہ ﷺ کی رفعتیں دکھائی نہیں دے سکتیں اس کے باوجود سب سے قریب تھے۔

ان تمام انعامات کے باوجود جو خدا نے آپ پر فرمائے اور آپؐ کو افضل المخلوقات قرار دیا، آپ کو کائنات کی وجہ، جس وجہ سے کائنات کو پیدا کیا ہے فرمایا اور سب سے پہلے آپ کی تخلیق بیان فرمائی، سب سے آخر آپ کو رکھا یعنی مقصود کے طور پر، مقام کے لحاظ سے سب سے بلند اور عام لوگوں کے اس طرح قریب تھے کہ آدمی حیران ہوتا ہے وہ واقعات پڑھ کر، ان کے درمیان گھومتے پھرتے، چھوٹے سے چھوٹا انسان بھی آپ سے بات کرتا تھا تو ٹھہر جاتے تھے، توجہ سے اس کی بات سنا کرتے تھے، بوڑھی عورتیں آپ سے اس طرح بات کرتی تھیں جیسے بڑا حق ہوتا ہے آپ کے اوپر، اپنے بوجھ آپؐ پر ڈال دیا کرتی تھیں۔ یتیم بچے آپ سے ایسی باتیں کرتے تھے جیسے ان کے باپ سے بڑھ کر جو فوت ہو گیا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان کے ذمہ دار ہیں اور تھے بھی۔ ہر شخص آپؐ کے قریب تھا یعنی ان معنوں میں کہ آپؐ اس کے قریب تھے ورنہ جہاں تک مراتب کی دوری ہے وہ تو اتنی تھی کہ اس پہلو کو دیکھیں تو یوں لگتا ہے کوئی صحابیؓ بھی آپ کے قریب نہیں تھا کیونکہ انبیاءؑ سے بھی آپؐ اونچے تھے۔ پس یہ وہ قریب کے معنی ہیں جن پر غور کرنے کے بعد آپ کو اپنی زندگی کو ڈھالنے میں مدد ملے گی۔

آپ کو جتنی بلندی حاصل ہو، جتنا مرتبہ بڑا ملے، جتنی دولت ملے جتنی حکومت کا بلند مقام حاصل ہو آپ اتنا ہی بنی نوع انسان پر جھکتے چلے جائیں اور قریب ہوتے چلے جائیں۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس قرب کے بغیر آپ تکبر سے بچ نہیں سکتے اور تکبر والا انسان جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، آگ سے بچ نہیں سکتا۔ پس قریب ہونے سے آگ سے بچنے میں یہ مفہوم داخل ہے کہ اگر تم قریب ہو تو تم میں کوئی

تکبر نہیں ہوگا۔ اگر تم قریب رہو گے تو لازماً منکسر المزاج ہو گے اور اگر ایسا ہو گے تو پھر تمہیں آگ نہیں چھو سکتی۔

پھر فرمایا ان کے لئے آسانی مہیا کرنے والا ہو ھین، لین آسانی بھی اور ملائمت بھی۔ وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ یہ جو قرآن کریم نے فرمایا ہے اس کے مقابل پر رسول اللہ ﷺ لِنۡتَ لَہُمۡ فرمایا یعنی تو ان کے لئے ایسا نرمی کا گوشہ رکھتا ہے کہ ان کی طرف خود بخود اپنی محبت اور پیار اور شفقت کی وجہ سے جھک جاتا ہے۔ تو یہ لِنۡتَ کا مفہوم ہے جو بیان ہو رہا ہے کہ "قریب ھین لین" وہ ان کے لئے آسان ہے یعنی اس سے بات کرنا بھی آسان ہے اور اگر کوئی خوف ہے بھی تو وہ خود دور کر دیتا ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ ایسے لوگوں کے خوف کو بھی دور فرما دیا کرتے تھے جو آپؐ کی ہیبت سے بعض دفعہ خزاں رسیدہ پتوں کی طرح کانپتے لگتے تھے جو ہوا کے جھونکے سے کانپتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان کو ٹھہراتے، سکون بخشتے، حوصلہ دیتے یہاں تک کہ وہ بے تکلفی سے اپنا ما فی الضمیر آنحضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔

تو اس طرح قریب ہوں کہ حوصلے دیں۔ ان کی باتیں سنیں، ان کی تکلیفیں دور کرنے کے لئے کوشش کریں اور "ھین" ہوں گے تو "لین" بنیں گے۔ یعنی اپنی روش میں آسانی پیدا کریں دوسروں کو آپ اپنے تک پہنچنے میں آسانی دیں۔ تو پھر فرمایا "لین" ہو وہ اور پھر "سھل" اتنے روزمرّہ آپ کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے والے، بے تکلف ہونے والے کہ گویا آپ کے لئے وہ آسان ہو گئے ہیں۔ "سھل" ایسے میدان کو بھی کہتے ہیں جس میں اونچ نیچ باقی نہ رہے جو سارا یکساں ہو، اس پر چلنا اور دوڑنا آسان ہو کیونکہ وہ بالکل ہموار ہو تو فرمایا وہ سھل ہو جائیں یعنی اتنی عظیم آنحضرت ﷺ کی صفات اس میں بیان ہوئی ہیں جو پردے ڈال کر رسول اللہ ﷺ بیان فرما رہے ہیں دوسروں کے حوالے سے بات کر رہے ہیں، اپنا یہ حال تھا۔ یہ تمام صفات بدرجہ اتم آپؐ میں موجود تھیں تو تب ہی لوگوں کو نصیحت کرتے تھے کیونکہ آپؐ نے کبھی کوئی نصیحت نہیں کی جس پر بدرجہ اتم پہلے خود کاربند نہ ہوں۔ تو بعض دفعہ سیرت کے بیان میں آپ کو، سیرت کی تلاش میں آپ کو نصیحتوں پر غور کرنا پڑتا ہے۔ بعض لوگوں کی سیرت اگر ان کی نصیحتوں سے دیکھو تو جھوٹی سیرت بنے گی کیوں کہ اکثر لوگ وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں لیکن وہ جس کے قول کا ذرّہ ذرّہ سچا ہو جو پہلے عمل کئے بغیر دوسرے کو کوئی بات کہے ہی نہ اس کی سیرت نصیحتوں میں دکھائی دے گی ورنہ وہ خود تو

نہیں کہے گا کہ میں ایسا ہوں اور میں ایسا ہوں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ حکم دے کہ تو اپنا تعارف کروا۔ آنحضرت ﷺ اس حکم کے بغیر اپنا تعارف نہیں کروایا کرتے تھے لیکن دوسروں کو فرماتے تھے کہ دیکھو تم قریب رہنا۔ ھین ہونا لین ہونا، نرمی اختیار کرنا ایسا کہ سھل ہو جاؤ جیسے چٹیل میدانوں میں لوگ آسانی سے دوڑتے پھرتے ہیں کوئی چڑھائی کا خطرہ نہیں، کوئی اترائی کا خطرہ نہیں۔ نہ گڑھے، نہ ایسی بلندیاں جن پر چڑھنا دشوار ہو، اس طرح حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہؓ، اپنے گردوپیش کے لئے اتنے آسان ہو گئے تھے کہ گویا سہل بن گئے۔ فرمایا ایسے شخص پر یقیناً آگ حرام کر دی گئی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کسی چیز میں جتنا بھی رفق اور نرمی ہو اتنا ہی اس کے لئے زینت کا موجب بنتی ہے۔ آپؐ کے الفاظ یہ ہیں

''ان الرفق لا یکون فی شیء الا زانه ولا ینزع من شیءٍ الا شانه''

(صحیح مسلم ، کتاب البر والصلة و الادب ،باب فضل الرّفق)

یہاں شان کا مطلب وہ شان وشوکت نہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے، یہ شان لفظ ہے ہمزے کے ساتھ جس کا مطلب ہے برائی، شئون بدیوں کو اور برائیوں کو کہتے ہیں، مکروہ باتیں۔ زان کا لفظ زینت سے نکلا ہے فرمایا یقیناً نرمی ایسی چیز ہے کہ جس چیز میں بھی ہو اس کے لئے زینت کا موجب بن جاتی ہے اور جس میں نہ ہو، جتنی اس سے کھینچ کے باہر کر دی جائے اتنا ہی اس کو عیب دار کر دیتی ہے اس کے اندر نقائص پیدا کر دیتی ہے مگر نرمی بھی برمحل اور موقع کے مطابق ہونی ضروری ہے۔ اس مضمون کو آگے الگ کھولا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ یہاں نرمی کرنے والا جو لفظ استعمال ہوا ہے، وہ رفیق ہے دراصل۔ ہم خدا تعالیٰ کو جب رفیق کہتے ہیں یا حفیظ، یا عزیز، یا رفیق تو رفیق کا معنی دوست کا بھی ہوتا ہے۔ رفیق حیات، رفیقہ حیات، زندگی بھر کا دوست، زندگی بھر کی دوست، یہ لفظ رفیق سے نکلا ہے اور دوستی کے لئے رفیق ضروری ہے یعنی ایسی نرمی کہ کبھی سختی بھی برداشت کر لی۔ کبھی دوسرے سے بھی مطالبے ہوئے تو اس نے برداشت کر لیا آپ کی بات کو۔ دونوں طرف رفق ہو تو رفیق بنتا ہے ورنہ نہیں بنتا۔ تو اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور اللہ تعالیٰ کے تعلق میں رفیق کا یک طرفہ صرف حقیقت میں معنی

بنتا ہے یعنی وہ ایسا نرم ہے کہ تم لوگوں کی طرف سے بار بار ایسی باتیں دیکھتا ہے جو خدا تعالیٰ کی دوستی اور تعلق کو کاٹنے والی باتیں ہوں لیکن رفیق ہے، جو اس کا رفق ہے وہ ہٹتا ہی نہیں۔ پس **یا حفیظ، یا عزیز، یا رفیق** میں رفیق کے یہ معنی ہیں کہ اے ایسا پیار کرنے والے! اے ایسے ساتھی، جس کو بار بار اپنے بندوں کی طرف سے تکلیف دہ باتیں پہنچیں۔ جس کے بعد رفق باقی نہیں رہا کرتا پھر بھی وہ رفیق رہتا ہے۔ یہ صفت اگر بندہ اپنے اندر پیدا کرے تو حقیقی معنوں میں خدا اس کا رفیق ہو جاتا ہے لیکن اگر خدا کے بندوں کے تعلق میں وہ یہ بات پیدا نہ کرے تو خدا کی رفاقت بھی اس کو نصیب نہیں ہوتی۔ پس خدا کے تعلق میں رفیق برابر کی چوٹ دونوں طرف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا سلوک فرمایا کہ بندوں کے ساتھ تم رفیق ہو جاؤ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو تو میں تمہارا رفیق ہو جاؤں گا کیونکہ خدا سے حسن سلوک تو آپ کر ہی نہیں سکتے۔ تو خدا کی رفاقت نصیب کرنے کا کتنا آسان رستہ بتا دیا کہ بندوں کے تعلق میں تم رفاقت کرو اور تمہیں میں اپنی رفاقت عطا کر دوں گا۔

"لایعطی علی العنف و لا یعطی علی ما سواہ"

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة و الادب، باب فضل الرّفق)

کہتے ہیں خدا رفق کا بدلہ ایسا دیتا ہے اور اتنا دیتا ہے کہ سخت مزاجی اور سخت گیری اس کے بدلے کی اس سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتی یعنی اس کا ترجمہ کرنا ان معنوں میں مشکل ہو رہا ہے کہ سخت گیری کا تو بدلہ دیتا ہی نہیں۔ پس اگر میں یہ کہوں کہ رفق کا بدلہ اتنا دیتا ہے کہ سخت گیری کا نہیں دیتا تو یہ معنی اس کے بنتے نہیں کہ نیکی کی جزاء اتنی دیتا ہے کہ بدی کی نیک جزاء اتنی نہیں دیتا۔ اس لئے میں طبعاً یہاں ٹھہر گیا اور سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس مضمون کو بیان کروں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ سخت گیری کا جہاں حق بھی ہو وہاں سخت گیری کا استعمال برمحل بھی ہو تو اس کا فائدہ اتنا نہیں پہنچتا انسان کو جتنا رفق کے، نرمی کے استعمال سے فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ یہ طرز کلام ایسی ہے کہ اس پر ٹھہر کر غور کر کے ترجمہ نہ کریں تو بالکل غلط ترجمہ ہو جائے گا جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ لکھا یہ ہوا ہے کہ خدا نرمی کا جتنا اجر دیتا ہے سخت گیری کا نہیں دیتا تو گویا سخت گیری کا بھی کچھ نہ کچھ تو دیتا ہے اجر۔ یہ مراد نہیں ہے۔ وہی معنی بنتے ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ یا تو یہ معنی بنیں گے کہ سخت گیری برمحل ہو تو اس کی جزاء بھی انسان کو ملتی ہے مگر رفق کی جزاء تو بالکل اور ہی بات ہے سخت گیری برمحل

ہونے کے باوجود رفق کا مقابلہ نہیں کر سکتی، نرمی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دوسرا معنی اس کا یہ ہے کہ سخت گیری کی پکڑ کم کرتا ہے اور رفق کا بدلہ زیادہ دیتا ہے کیونکہ جزاء کا معنی موقع اور محل کے مطابق ہوگا۔ پس سخت گیری کی اتنی جزاء نہیں دیتا جتنی رفق کی دیتا ہے اور یہ اگر ترجمہ کیا جائے تو بالکل یہی ترجمہ قرآن کریم کی دوسری آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ پکڑ کے وقت ہاتھ نرم کر دیتا ہے اور نرمی کے سلوک کے وقت ہاتھ کو کھلا کر دیتا ہے اور یہ بھی رفق کا ہی تقاضا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا رفیق ہونے کی ایک یہ بھی شان ہے کہ سخت گیری میں بھی رفیق رہتا ہے ورنہ اگر لوگوں سے سخت گیری اسی طرح کرتا جیسا کہ موقع اور محل کا تقاضا تھا کہ سخت گیری کی جائے پھر تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی جان دار باقی نہ رہتا تمام زندگی کی صف لپیٹ دی جاتی۔ تو یہ دوسرا معنی بھی چونکہ قرآن کے مطابق ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی جائز ہے کہ سخت گیری کا سختی سے بدلہ بہت کم دیتا ہے اور تم نرمی کرو گے تو بہت زیادہ اس نرمی کی جزاء دے گا، اتنی زیادہ کہ گویا تمہارے عمل کے ساتھ اس کی کوئی نسبت ہی نہیں رہے گی۔

پھر سخت گیری اور بدخلقی کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو میں پڑھ رہا ہوں۔ (البدر جلد 3، نمبر 19-18، تاریخ 8 تا 16 مئی 1904ء صفحہ 3) فرماتے ہیں:۔

''سخت دل ہر ایک فاسق سے بدتر ہوتا ہے''

اب اس سے آپ اندازہ کریں کہ سخت گیری کتنا بڑا گناہ ہے۔ سخت دلی انسان کو ہر فاسق سے بدتر کر دیتی ہے اور ہمیشہ فسق و فجور کے باوجود قوموں کو باقی رکھا مگر جب ان کے دل سخت ہو گئے تو پھر خدا کا عذاب ان پر نازل ہوا ہے۔ یہود کی تاریخ ہمارے سامنے گواہ ہے فرمایا ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ (البقرہ :75) تم نے بدیاں کیں خدا نے باوجود اس کے عفو کا سلوک فرمایا، مغفرت فرمائی۔ بدیوں پر بدیاں دیکھتا رہا مگر تمہیں پکڑا نہیں مگر جب تم سخت دل اور پتھر دل ہو گئے پھر خدا کا غضب تم پر نازل ہوا ہے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام بھی قرآن کریم پر مبنی کلام ہے احادیث نبوی پر مبنی کلام ہے۔ اپنی طرف سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کوئی بات بھی نہیں کہتے۔ تو یہ معنی ہے ہر فاسق سے بدتر ہوتا ہے۔ تمہارے گناہ خدا تعالیٰ کے مغفرت کی نیچے رہیں گے اگر تمہارے دل میں خوف خدا ہو، کوشش ہو، توبہ کی طرف توجہ ہو۔ مگر اگر تم پتھر دل بن گئے پھر کوئی بخشش تمہیں نصیب نہیں

ہوسکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون میں جماعت کو ایک نصیحت فرماتے ہیں اور باقی اقتباسات پڑھنے کا چونکہ وقت نہیں ہے میں اسی نصیحت کو پڑھ کر، آپ کو سمجھا کر اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔

''تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔۔۔''

اب آپ کو میں نے پہلے شروع میں ہی بتایا تھا کہ سارے نظام جماعت پر، دنیا کے مختلف ملکوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے میں یقین کے ساتھ آپ کو بتاتا ہوں کہ دلوں کی سختی نے فساد برپا کر رکھا ہے، گھر اجاڑ دئے ہیں، جماعتیں برباد کر دی ہیں۔ جن جماعتوں میں بھی ایسے چند پتھر دل لوگ آ گئے انہوں نے سارے نظام جماعت کا ستیاناس کر دیا۔ بعض سالہا سال سے سنبھلتے ہی نہیں کیونکہ ان میں چند لوگ سخت دل ہیں اور اس کے نتیجہ میں بعض دفعہ ان کی امارتیں ختم کرنی پڑیں۔ ان سے ووٹ دے کر اپنے عہدیداروں کا انتخاب کرنے کا حق بھی لے لیا گیا۔ مربی مقرر کئے گئے، دوسرے بھیجے گئے، مجال ہے جو ٹس سے مس ہوں کیونکہ سخت دل ہر فاسق سے بدتر ہوتا ہے ان کے دلوں کی سختی نے تفرقہ ڈال دیا ہے اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وہ جو صلح پر راضی نہیں ہوتا وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔

''۔۔۔تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو تا تم بخشے جاؤ۔۔۔''

پھر فرماتے ہیں:۔

''۔۔۔نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہوسکتا۔۔۔''

قریب کے تعلق میں مَیں نے آپ کو سمجھایا تھا کہ جو قریب ہے وہ تکبر سے دور ہے۔ جو قریب نہیں ہے وہ اسی حد تک متکبر ہو جاتا ہے اور تکبر کے متعلق جو تمثیل ہے وہ فربہی کی تمثیل ہے کہ جتنا تکبر ہوگا اتنا ہی گویا موٹا ہوگا لیکن جن راہوں سے جنت کی طرف بلایا جاتا ہے وہ باریک راہیں ہیں۔ ان سے اس قسم کا پھولا ہوا، اپنے تکبر میں متورم ہوا ہوا شخص داخل ہو ہی نہیں سکتا۔ فرماتے ہیں تم فربہی

چھوڑ دو، ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔

”۔۔۔کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔۔۔“

اس سے زیادہ پر شوکت کلام آپ کو سمجھانے کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں بدنصیب وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے مونہہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں یعنی کلام الٰہی ہے جو میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

”۔۔۔تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔۔۔“

اب آپ دیکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کم سے کم بھائیوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو ایسا پیار دیں کہ ان کی مثال دی جاسکے۔

آج کل تو بھائی بھائی سے ایسا لڑتا ہے اور جائیدادوں کی خاطر ایسے تصرفات کرتا ہے اور بعض دفعہ ایسی ظالمانہ کارروائیاں کرتا ہے کہ بھائی کے علم کے بغیر پٹواریوں سے مل کر جائیداد کے انتقال بھی کروا بیٹھتا ہے۔ تو اب یہ مثال آپ کو کیسے سمجھ آئے گی، جیسے ماں کے پیٹ سے نکلے ہوئے دو بھائی۔ مراد ہے اچھے وقتوں کی بات ہو رہی ہے جب بھائی واقعی بھائی ہوا کرتے تھے تو اب ویسا بننا ہوگا آپ کو۔ ان بھائیوں کی مثال لو جو حقیقت میں فرشتہ سیرت بھائی ایک دوسرے کی خاطر اپنے حقوق قربان کرنے والے ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

”۔۔۔ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔۔۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ: 12,13)

یہ نصیحت بیان کرنے کے بعد، مَیں پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور اقتباس ابھی پیش کر دیتا ہوں تا کہ اس عرصے میں اگلے خطبات سے پہلے کوئی غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ عفو

کس کو کہتے ہیں اور مغفرت کیا ہوتی ہے۔

''بدی کا بدلہ اُسی قدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے راضی ہے اور اسے اس کا بدلہ دے گا۔ پس قرآن کے رو سے نہ ہر یک جگہ انتقام محمود ہے۔ (یعنی قابل تعریف ہے) نہ ہر یک جگہ عفو قابل تعریف ہے بلکہ محل شناسی کرنی چاہئے اور چاہئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپابندی محل اور مصلحت ہو نہ بے قیدی کے رنگ میں۔ یہی قرآن کا مطلب ہے''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ: 30)

تو بعض لوگ ایک ہی طرف کی بات سمجھ کر سمجھتے ہیں کہ ہر جگہ ہر وہ شخص جو کسی بات پر مجاز بنایا گیا ہے اس سے آنکھیں بند کر کے ہر جرم کے نتیجہ میں عفو مانگو حالانکہ بعض جگہ عفو کی اجازت نہیں ہوتی اور اس وجہ سے اجازت نہیں ہوتی کہ یا تو اس کی بدی کی حوصلہ افزائی ہو گی یا ماحول کی حوصلہ افزائی ہو گی یعنی ماحول میں بدیوں کو کھل کھیلنے کا موقع ملے گا۔ پس بعض ایسے لوگ جو سلسلہ سے ایسی بے وفائی کرتے ہیں کہ وہ تمام دنیا میں سلسلہ کے وقار کو نقصان پہنچا دیتے ہیں اور سلسلہ کی عزت کو ذلیل اور رسوا کر دیتے ہیں ان کو اگر معاف کیا جائے تو کل دس، بیس، پچاس اور بھی پیدا ہو جائیں گے اس لئے غلط حوالے دے کر مجھے میری ہی باتوں کا غلط رنگ میں پابند کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میں جو آپ کو سمجھا رہا ہوں سمجھتا ہوں کہ عفو کے کیا معنی ہیں اور کس موقع پر ہونا چاہئے اور مجھے پتا ہے کہ کہاں انسان کو عفو کا اختیار نہیں ہے۔ وہاں عفو کرنا خدا کی ناراضگی مول لینے والی بات ہے۔

پس یہ کہہ کر میں اب اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ باقی انشاءاللہ آئندہ جو جمعہ ہے وہ وقف جدید کے تعلق میں ہو گا کیونکہ ہمارا وقفِ جدید کا سال ختم ہو رہا ہے۔ یہ میں نے اس لئے کہا ہے کہ جماعتوں کو اگرچہ بار بار یاد دہانی کرائی جا چکی ہے مگر بہت سی جماعتوں کی طرف سے ابھی وقفِ جدید کی سالانہ رپورٹ نہیں موصول ہوئی تو اب تو بہت تیز رفتاری آ چکی ہے مواصلات میں۔ پس آپ فیکس کے ذریعے یا دوسرے ذرائع سے جو بھی جلدی رپورٹ پہنچانے کے ذرائع آپ کو میسر ہیں اپنی وقف جدید کی کارگزاری کی رپورٹ بھیجنے میں مزید تاخیر نہ کریں۔ جزاکم اللہ